سُوۡرَةُ الۡاَعۡرَاف کی تفسیر

Lesson 1: Al-A'araaf (Ayaat 1 - 25): Day 2

نئی سورت شروع ہوتی ہے تو خوشی کا احساس بھی ہوتا ہے اور ذمے داری کا احساس بھی بڑھتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ سورت قیامت کے دِن ہمارے حق میں حجّت بنے۔ آمین

یہ مکی سورت ہے۔ مکی سورتوں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ یہ عربوں کا ایک اسلوب / اسٹائل تھا۔ یہ عربوں کا خاص انداز تھا کہ حروفِ مقطعات اُن کے لئے نئ بات نہ تھی۔ دوسرا یہ کہ توجہ دِلائی جارہی ہے کہ بات کو غور سے سنو۔ اللہ کی بات کو بہت دھیان سے سنو۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ حروفِ مقطعات ایک ایسا راز ہے جو اللہ نے اپنے نبیؐ کو بھی نہیں دیا۔

آج آپ کئ گھروں میں حروف مقطعات کو ایک لوحِ قرآنی کی شکل میں گھروں میں لگا دیکھیں گے۔ اگر تو کوئی شخص ایک قرآنی آیت کو اس اِرادے سے لکھ کر لگالیتا ہے کہ آتے جاتے نظر پڑے گی اور وہ یاد کرلے گا یا پھر وہ آتے جاتے اس دعا کو پڑھتا رہے گا پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر صرف ایک آیت کو لگا دیا جائے تو اُس سے برکت کیسے ملے گی؟

یا اگر آپ کو معنی ہی معلوم ہوں تو کم از کم آپ ارادہ کرینگے کہ مجھے یہ نیکی کا کام کرنا ہے اور بُرائی سے بچنا ہے۔ تو پھر بھی فائدہ ہو گا۔ ورنہ صرف کچھ قرآنی حروف لگانے سے کیا حاصل ہو گا؟ اس کو آپ خوبصورتی کے لئے لگادیں تو الگ بات ہے۔

قرآن کی دو سورتیں چار حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ ایک تو یہی سورت (الٓمّٓصٓ) اور دوسری سورۃ الرعد (الٓمّٓرٰ) ہے۔

اس سے پہلے جتنی بھی سورتیں گزری ہیں سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران۔ اُن میں تین حروفِ مقطعات تھے۔ الٓمّٓ ۔

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾

(اے محمد ﷺ) یہ کتاب (جو) تم پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے تمہیں تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے، (یہ نازل) اس لیے (ہوئی ہے) کہ تم اس کے ذریعے سے (لوگوں) کو ڈر سناؤ اور (یہ) ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے ﴿۲﴾

یہ سورت مکی دَور کے آخر میں نازل ہوئی۔ نبی ؐ کو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہوئے ایک لمبا عرصہ ہو چکا تھا۔ آپؐ نے ہر ممکن کوشش سے جہاں تک ہو سکا۔ اللہ کا دین پھیلانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ لیکن لوگ مانتے نہیں تھے۔ ایک فرد نہ مانے تو آپ سوچتے ہیں کہ شائد حسد یا کسی اور کی وجہ سے نہیں مان رہا۔ پھر دو لوگ نہ مانیں تو آپ سوچتے ہیں کہ شائد آپس میں مل گئے ہیں۔ لیکن جب بہت سارے لوگ آپ کو جھٹلائیں تو انسان ہونے کے ناطے اُس بات کا آپ پر ضرور اَثر ہوتا ہے۔ ہر انسان پر ماحول اور دوسرے لوگوں کے رویے کا ضرور اَثر ہوتا ہے۔ ہر کوئی تعریف سُن کر خوش ہو گا۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ کوئی بُرا کہے تو ضرور دِل میں محسوس کرتے ہیں۔

رسول پاکؐ بھی ایک بشر تھے۔ اُن پر لوگوں کی بات کا اثر ہوتا تھا۔ یہاں یہ بات 'كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ' میں Passive voice ہے۔ یعنی آپؐ نے کتاب مانگی نہیں تھی ہم نے خود آپ پر نازل کی ہے۔ اور اگر آپؐ سوچ رہے ہیں کہ یہ میری بات کو جھٹلا رہے ہیں تو آپؐ پریشان نہ ہوں۔ آپؐ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔

یعنی ایک تو وہ ذمّہ داری ہے جو کوئی لینا نہیں چاہتا لیکن اُس کو دے دی جاتی ہے کہ آپ کوشش کریں۔ آپ کر سکتے ہیں۔ اور ایک وہ ذمّہ داری ہے جو کوئی مانگ کر لیتا ہے کہ مجھے یہ کام کرنے دیں۔ میں کر سکتا ہوں۔ اَب پوچھ تو دونوں سے ہو گی۔ لیکن محاسبے کا انداز مختلف ہو گا۔

انبیا کرامؑ کو اللہ نے اپنی مرضی اور پسند سے یہ منصب سونپا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تسلی دے رہے ہیں۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ بہت فکر کرتے تھے اور مکہ والوں کی حرکتوں پر پریشان رہتے تھے۔

لفظ صدور سے مراد دِل اور سینہ ہے۔ اور حرج سے مراد کانٹوں بھری گزر گاہ۔ گھنی جھاڑیاں۔ یعنی اُس وقت حالات ناساز گار تھے۔ اور اللہ کے نبیؐ کا اسلام کی تبلیغ کرنا اُس وقت کانٹوں پر چلنے کے برابر تھا۔ مکہ والوں کے حالات بہت خراب تھے۔ ایک تو وہ مذہبی لحاظ سے مشرک تھے اور اصل دین سے بہت دُور تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اللہ کے نبیؐ جو پیغام دے رہے تھے وہ اُن کے عقیدے کے خلاف تھا۔ اُس وقت کے حالات سے مختلف تھا۔

مثال: یعنی شادی میں بارات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یا مرنے کے بعد صرف تین دِن کا سوگ ہے، رسمِ قُل یا نوواں یا چالیسواں کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تو پھر لوگ چونکیں گے کہ کیا اصل دین یہ ہے؟

پھر معاشرے کے لوگوں کا دباؤ ہوتا ہے۔ اس لئے جو بھی حق بات کہتا ہے تو لوگ اُس کی بات ہی نہیں سُننا چاہتے۔ کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں نے دین میں اپنی مرضی اور پسند کی چیزیں شامل کر لی ہوتی ہیں۔ جب کوئی اُن کو روکتا ہے تو اُنہیں اچھا نہیں لگتا۔ اس لئے اگر آج آپ لوگوں کو نکاح کا کہیں تو ان کے ذہن میں وہی بارات، پارٹی، کھانے شادی ہال یا ہوٹل وغیرہ کا تصور آتا ہے۔

عمل کا نقطہ۔ ہم نے اصل دین پر عمل کرنا ہے۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا تھا کہ دین اجنبیت سے شروع ہوا تھا۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا۔

آج آپ خود دیکھ لیں۔ اصل دین کتنے لوگوں کو معلوم ہے اور کتنے لوگ عمل کر رہے ہیں؟

دین پر عمل کرنے والوں اور دین کا علم پھیلانے والوں کے لئے بھی اِس آیت میں بھی تسلی ہے کہ آپ دِل تنگ نہ کریں۔ آپ صرف اللہ کا پیغام پہنچا دیں۔

ورنہ دین کا کام کرنے والوں کو اگر کہہ دیا جائے کہ آپ مغربی ملک میں رہتے ہیں آپ یہ کر لیں۔ آپ پہلے بچے کی خاطر فلاں رواج کر لیں۔ یا ایک ہی بیٹی ہے تو اُس کی شادی پر ساری رسمیں کر لیں۔ تو شائد لوگ تو خوش ہو جائیں لیکن یہ اصل دین نہیں ہو گا۔ ایسا کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔

حرج کا ایک معنی یہ بھی ہے اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ لا ریب فیہ۔۔۔ دل میں تنگی نہ لائیں۔ یہ کتاب اور پیغام حق ہے۔

ایک اور معنی یہ بھی ہیں کہ آپ نے تو بھرپور کوشش کر لی لیکن کوئی اچھا نتیجہ نظر نہیں آ رہا۔ تو اُس کے لئے بھی فرمایا جارہا ہے کہ اسلام کوشش اور محنت دیکھتا ہے / اللہ نیت دیکھتا ہے۔ نتیجہ نہیں دیکھتا ۔اللہ یہ نہیں پوچھے گا کہ آپ نے دین اسلام کا علم سیکھا اور پھر دس سال اللہ کا دین پڑھایا تو کتنے لوگوں کی اصلاح ہوئی؟ اللہ یہ پوچھے گا کہ تمہارا عمل کیسا تھا؟ تم نے اللہ کا پیغام آگے پہنچایا؟ دوسروں کو علم سکھایا؟

نوحؑ کے ساتھ صرف ستّر اسّی لوگ آئے۔ موسیٰؑ کو اچھی ٹیم ہی نہ ملی۔ تو کیا موسیٰؑ ناکام تھے؟ بالکل نہیں۔ لوگوں کو آپ کی کوشش سے فائدہ ہو رہا ہے یا نہیں۔ یہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

اللہ اپنی مرضی سے لوگوں کو چُن لیتا ہے۔ اور جو خلوصِ نیت سے کوشش کرتے ہیں اللہ اُن کی مدد کرتا ہے۔

تو یہ کتاب کیوں آئی ہے؟ اِس کے تعویز بنائیں؟ اس کو چومیں اور سجا کر اوپر والی الماری میں رکھ دیں؟ بالکل نہیں بلکہ اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو ڈرائیں۔ لوگ اپنے عمل کو بدلیں۔ سورۃ انعام آیت 19 میں اللہ نے فرمایا تھا کہ " ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے کہہ دو کہ خدا ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں کیا تم لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ اور بھی معبود ہیں (اے محمد ﷺ!) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں ﴿۱۹﴾ "

تو ہم نے اس قرآن کو اس لئے لینا ہے کہ "۔۔ تم اس کے ذریعے سے (لوگوں) کو ڈر سناؤ۔۔'

تاکہ ہم خود کو آگاہ کریں۔ لتنذر اور ذکر میں کیا فرق ہے؟ لتنذر کا مطلب ہے اُستاد کا بولنا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔

اور ذکر کا مطلب ہے ہمارا اپنا عمل کرنا۔ سلیم الفطرت لوگ وہ ہوتے ہیں۔ وہ جونہی اس کتاب کا پیغام سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو سیدھا کر لیتا ہے۔ یعنی بھول گئے تھے۔ لاپرواہ ہو گئے تھے۔ جیسے ہی یاد آتا ہے، یاد کروایا جاتا ہے تو اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لے آتے ہیں۔

مثال: کمپیوٹر کو کچھ دیر استعمال نہ کریں تو خود بخود بند ہو جاتا ہے یا سلیپ موڈ میں چلا جاتا ہے۔ جونہی آپ ماؤس کو ٹچ کرتے ہیں۔ کمپیوٹر دوبارہ آن ہو جاتا ہے۔

'۔۔اور (یہ) ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔'

قرآن کی محفلیں ہمیں جگائے رکھتی ہیں۔ ہمارے اندر کو بیدار رکھتی ہیں۔ یہ عظیم کتاب بندے کے چھپے ہوئے جوہر ظاہر کرتی ہے۔ پھر انسان ابو بکرؓ سے صدیق بنتا ہے اور عمرؓ سے فاروق بنتا ہے۔ عثمان سے غنیؓ بن جاتا ہے اور علیؓ سے علم کا دروازہ بن جاتا ہے۔

اُستاد کی تربیت آپ کو نکھار دیتی ہے۔ بعض اوقات ہمیں خود پتا نہیں ہوتا اللہ نے ہم سے کیا کام لینا ہے؟

اُستاد اپنے تجربات سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس طالب علم میں کتنی صلاحیت ہے۔

ویک اینڈ کے بعد طالب علم سُست ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ کی کتاب سے تعلق کمزور ہو گیا ہوتا ہے۔ اللہ کے دین کے لئے نکلیں تو آپ کندن بن جائیں گے۔ انشاء اللہ

اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ‌ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۳﴾

(لوگو) جو (کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو ﴿۳﴾

پچھلی آیت میں اللہ کے نبیؐ سے خطاب کیا گیا تھا۔ یعنی واحد صیغے سے بات کی گئی تھی۔ یہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ کہ سب کی طرف یہ کتاب نازل کی گئی ہے۔ ساری مسلمان اُمت کو حکم دیا جارہا ہے کہ اس کی پیروی کیا کرو۔ ہم نے اس کتاب کو ٹیسٹ کے لئے نہیں پڑھنا۔ ہم نے اس کی پیروی کرنی ہے۔

ہمارا مقصد 'اِتَّبِعُوۡا' ہے۔ اس پر عمل کرنا ہے۔ تمہارے رَبّ کی طرف سے نازل کی گئ ہے۔

قران پر عمل کرینگے لیکن جب اس کو مِّنۡ رَّبِّكُمۡ سمجھیں گے تو ایک عزت ملے گی۔ یا اللہ میں تیری کتاب پر عمل کروں گی۔ مجھے ہدایت عطا فرما دیں۔ یا اللہ تو مجھے اپنے کام کے لئے چُن لے۔

اب کلاس میں یا سبق سنتے یا قرآن پڑھتے تو ہم ارادے کرتے ہیں کہ اللہ کا حکم ماننا ہے۔ قرآن پر عمل کرنا ہے۔ لیکن پھر رکاوٹیں آجاتی ہیں۔ 'وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ' اس میں وہ تمام لوگ اور سب چیزیں شامل ہیں جن کی ہم اللہ کے سوا بات مانتے ہیں۔ کبھی خاندان والے، کبھی اپنی خواہشات، کبھی ظاہر داری۔

آج ہم سب کو پتا ہے کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے لیکن ہمارا عمل کیسا ہے؟ کبھی اپنے نفس کو خوش کرتے ہیں۔ کبھی ارد گرد والوں کو، گھر والوں کو، میکے کو، سسرال کو، راضی کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

آج اِرادہ کرلیں کہ نہ کسی کے لئے نیکی چھوڑنی ہے اور نہ کسی کے لئے گناہ کرنا ہے۔

مجبوریوں اور رسموں کے نام پر، سوسائٹی اور خاندان کے نام پر کوئی گناہ نہیں کرینگے۔ اللہ کو ناراض نہیں کرنا۔ آیت پڑھنی تو آسان ہے۔ لیکن جب عمل کا موقع آتا ہے تو قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ کرتے ہیں۔

زیادہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ عام لوگ تو عام کام کرتے ہیں۔ خاص لوگ نصیحت پکڑتے ہیں۔ خاص لوگ اللہ کے فرمانبردار بن جاتے ہیں۔ خاص لوگ اپنے عمل اللہ کی رضا کے مطابق کر لیتے ہیں۔

ایک بزرگ بیٹھے دعا کر رہے تھے یا اللہ مجھے تھوڑوں میں کر دے۔ تو لوگوں نے اُن سے پوچھا یہ کیا دعا مانگ رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ۔۔ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ۔۔ قَلِيلًا مَّا تَشكرُونَ۔۔

کیا ہم اللہ کے شکر گزار، فرمانبردار بندے بننا چاہتے ہیں؟ اپنا محاسبہ کریں کیا آپ خاص بننا چاہتے ہیں؟